

توحید الوہیت

(۳)

از جناب ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب ایم اے پی ایچ ڈی، بیرسٹریٹ لار

صدر شعبہ فلسفہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن

کیا غضب ہے یہ اموات کے پرستار زندہ خدا کو چھوڑ کر مردوں سے استعانت کرتے نہیں شرماتے اور اپنی بے شرمی کو رفع کرنے کے لئے کتاب و سنت سے دلائل تلاش کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں! لیکن کتاب و سنت سے تو بس یہی ثابت ہوتا ہے کہ مَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ (لقہ ۱۰) دیکھو حضرت جامیؒ نے اسی بات کو کس خوبی سے ادا کر دیا ہے:-

حق فاعل و ہرچہ جز حق آلات بود تاثیر ز آلات از محالات بود

ہستی کہ موثر حقیقی ست یکست باقی ہمہ اوہام و خیالات بود

لا قوۃ الا باللہ

نہ اور استعانت کی تائید میں اہل استدلال ایک اور حدیث پیش کرتے ہیں، سوال خود پیش کر کے جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے:- یا رسول اللہ! یا غوث، پکارنا بھی کیا ناجائز نہیں؟ شرک نہیں؟ ترمذی نسائی طبرانی، ابن خزمیہ، حاکم، بیہقی نے یہ دعا روایت کی ہے: اللہم انی اسألك واتوجه الیک بحبیباک المصطفیٰ عندک یا حبیبنا یا محمد انا نتوسل بک الی ربک فاشفع لنا عند المولی العظیم یا نعم الرسول الطاهر۔ اللہم شفعہ فینا بجاہ عندک۔ اس دعا میں یا محمد کی ندا ہے اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں بھی اس دعا کو صحابہؓ نے خود پڑھا اور دوسروں کو اس کی تعلیم دی تو سوال کا جواب یہ ہوا کہ یا رسول اللہ، یا غوث پکارنا شرک نہیں جائز ہے اور ادھر بھی دو حدیثوں سے استدلال کر کے اہل استدلال نے اپنی دانست میں ثابت کر دیا ہے کہ یا خواجہ

اس حدیث کی تحقیق یہ ہے۔

(۱) مروی ہے کہ ایک اندھے نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ میرے لئے حق تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے اس مرض سے شفا دیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو میں دعا کروں اور چاہے تو نابینا ہی پر صبر کر کہ تیرے حق میں یہی بہتر ہے۔ اس نے عرض کیا کہ میرے لئے دعا ہی کیجئے۔ آپ نے خود دعا نہیں فرمائی بلکہ حکم دیا کہ وضو کرے اور پھر ارشاد فرمایا کہ یہ دعا پڑھے: اللہم انی اسئلك واتوجه الیک بنیک نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بک الی ربی فی حاجتی هذا التقضی لی فشفعنی (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، حاکم نے روایت کی) اس نے یہ دعا پڑھی اور بینا ہو گیا۔ (کذا فی مشکوٰۃ)

(۲) یہ حدیث اعتقاد کے بارے میں قابل استدلال نہیں کیونکہ اس کا ایک راوی عثمان بن خالد متروک الحدیث ہے۔ فقہاء و محدثین کے نزدیک ایسے راوی کی نقل قابل حجت نہیں۔ چنانچہ نووی کی تقریب اور اس کی شرح تدریب الراوی میں یہ مسئلہ مصرح ہے۔

(۳) اگر ہم اس حدیث کو بفرض محال قابل استدلال بھی مان لیں تو اس سے محض توسل ثابت ہوتا ہے نہ یہ کہ جب کوئی اس ندا اور خطاب سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ بارگاہ خداوندی میں پیش کرتا ہے تو آپ اس کی آواز سنتے ہیں جیسا کہ اہل استدلال ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ توسل میں کیا ہوتا ہے؟ توسل کرتا کیا ہے؟ وہ طلب حاجت کرتا ہے اسی ذات سے جو عطا و منع میں منفرد ہے جو صاحب امر و نہی ہے جس کے ہاتھ میں ہر شے کا "ملکوت" ہے اور طلب سے پہلے ایک سبب اجابت کو آگے کر دیتا ہے۔ جیسا کہ صحیحین میں قصہ ان تین آدمیوں کا آیا ہے جو ایک غار میں بند ہو گئے تھے۔ ان میں سے ہر شخص نے اپنے سب سے اچھے عمل کے ساتھ توسل کیا اور وہ پتھر غار کے منہ سے ہٹ گیا۔ اگر یہ توسل بہ اعمالِ فاضلہ جائز نہ ہوتا یا شرک ہوتا تو حق تعالیٰ ان کی دعا کو قبول نہ فرماتے اور نہ حضور انورؐ اس حکایت کے بعد سکوت فرماتے۔

ﷺ یا اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں اپنی حاجت اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں بذریعہ تیرے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ نبی رحمت ہیں۔ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں متوجہ ہوتا ہوں اپنے پروردگار کی طرف آپ کے ذریعہ سے اپنی اس حاجت میں تاکہ میرے حق میں حاجت روائی کی جائے۔ الہی توسل کی حالت میں تو اس کی قبول فرما۔

لیکن اگر متوسل یہ سمجھے کہ انبیاء یا ملائکہ ایسا واسطہ اور وسیلہ ہیں کہ جن کو پکارنا اور ان پر بھروسہ کرنا ضروری ہے اور جلبِ نفع اور دفعِ ضرر کے لئے ان کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور ان کی تعظیم بجا لانا چاہئے تو یہ سب سے بڑا شرک ہے۔ حق تعالیٰ نے اس کے رد میں بہت ساری آیتیں نازل فرمائیں۔ کفار و مشرکین مکہ نے اللہ کے سوا اوروں کو اپنا شفیع اور حمایتی قرار دے رکھا تھا، نفع کے حاصل کرنے اور ضرر کے دفع کرنے کے لئے ان ہی کی طرف رجوع کرتے تھے، مشرکین یہود و نصاریٰ، مسیح اور عزیڑ اور ملائکہ کو پکارتے تھے، استغاثہ کرتے تھے حق تعالیٰ نے ان کے متعلق صاف طور پر صراحت فرمادی کہ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضَّرَرِ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا۔

دیکھو بادشاہ اور رعایا کے درمیان عرض معروض کے لئے چوبدار اور عرض بگی ہوتے ہیں جو بادشاہ کے کانوں تک رعایا کا درد دکھ پہنچاتے ہیں، اگر کوئی انبیاء و اولیاء کے متعلق یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ یہ بھی حق تعالیٰ کی جناب میں خلق کی حاجتوں کو پہنچاتے ہیں، ان کے درد دکھ کو سنا تے ہیں اور حق تعالیٰ خلق کی جو حاجت روائی کرتے ہیں، ان کو رزق دیتے ہیں، ہدایت کرتے ہیں تو ان ہی کے واسطے سے لہذا خلق کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان ہی سے حاجت طلب کریں اور وہ حق تعالیٰ سے عرض کریں جیسے کہ عرض بگی بادشاہوں سے کرتے ہیں۔

ایسا عقیدہ رکھنے والا باتفاق اہل اسلام کافر و مشرک ہے۔ بعینہ یہی دین مشرکین کا ہے۔ جو بت پرست ہیں، وہ اپنے بتوں کو انبیاء و صالحین ہی کی صورتوں پر بناتے تھے اور ان کو اپنے اور حق تعالیٰ کے درمیان واسطہ اور وسیلہ قرار دیتے تھے جو ان کو حق تعالیٰ سے قریب کر سکتے تھے۔ (کما صرح ص ۸ و ۱۵) اور یہی وہ مشرک ہے جس کی وجہ سے نصاریٰ معتبوب ہوئے۔ ان کے متعلق قرآن مبین نے صراحت کی ہے۔

تَتَّخِذُوا لِلْجَاهِلِیَّةِ حُرُمًا مِّمَّا رَزَقَنَا اللَّهُ وَالْمُسْلِمُونَ ابْنِ مَرْيَمَ وَمَا صَرَّاهُ لَا لِيَعْبُدَ وَاللَّهُ وَاحِدًا

لَمْ يَكُنْ مِنْ جَعَلْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ وَسَائِطٌ يَتَوَكَّلُ عَلَيْهِمْ وَيَدْعُوهُمْ كَفْرًا جَمَاعًا لَأَن ذَٰلِكَ كَفَعَلْ عَابِدِي الْأَصْنَامِ قَائِلِينَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبَنَا إِلَى اللَّهِ زَلْفِي

(افتاء اور اس کی شرح دیکھو)

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَنَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ (پارہ ۱۱) غرض حق تعالیٰ نے اس توحید کو قرآن کریم میں جا بجا بیان فرمایا ہے اور شرک کو بیخ و بنیاد سے اکھاڑ پھینکا ہے اور اس کی اصل صرف اتنی ہے کہ حق تعالیٰ کے سوا کسی سے خوف نہ کرے اور نہ کسی سے امید رکھے اور نہ کسی کو ان کے سوا اپنے کاموں میں کافی جانے سے

موصد کہ در پای ریزی زرش دگر آ رہ می نہی بر سرش

امید و ہراسش نہ باشد ز کس ہمیں است بنیاد توحید و بس

ذرا اس واسطہ یا وسیلہ کے مسئلہ پر عقلی پہلو سے بھی غور کر لو، عالم خارجی کی بادشاہت پر نظر ڈالو، یہاں بادشاہ اور رعایا کے درمیان وسائط تین ہی قسم کے ہوتے ہیں (۱) چونکہ خود بادشاہ اپنی تمام رعایا کے احوال کی خبر نہیں رکھ سکتا اس کو ایسے وسائل کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کو رعایا کے حال کی خبر دیتے رہیں۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کا کوئی واسطہ خدا اور بندوں کے درمیان فرض نہیں کیا جاسکتا کیونکہ حق تعالیٰ پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے، زمین و آسمان کا کوئی ذرہ ان کے علم محیط سے باہر نہیں، وہ "سمیع" و "بصیر" و "علیم" ہیں اور بھجوائے ہو کل شئی علیم ہر شے سے واقف!

(۲) چونکہ بادشاہ اکیلا سارے ملک کا انتظام نہیں کر سکتا اور نہ ہی تنہا اپنے دشمنوں سے جنگ کر سکتا ہے، لہذا اس کو اعوان و انصار کی ضرورت ہوتی ہے لیکن حق تعالیٰ کو نہ کسی ناصر و مددگار کی ضرورت ہے اور نہ کسی معین، ظہیر کی، وہ کائنات کے تمام اسباب و آلات کے خالق، رب، مالک ہیں، ان کی ذات تمام اشیاء سے غنی و بے نیاز ہے، سارا عالم ان کا فقیر و محتاج ہے، مملوک و مرلوب ہے۔

(۳) چونکہ بادشاہ اپنی رعایا کی نفع رسانی اور خبر گیری میں سستی اور غفلت کر سکتا ہے، لہذا اس کو کسی ایسے محرک کی ضرورت ہے جو اس کو اپنے فرائض کی ادائی پر آمادہ کرے لیکن اس قسم کے کسی محرک کی حق تعالیٰ کو ضرورت نہیں کیونکہ وہ خود خلق پر ماں باپ سے زیادہ رحیم ہیں۔

عقائد کے ان بدیہات کے ماننے کے بعد اگر کوئی یہ خیال کرے کہ حق تعالیٰ اور ان کے بندوں کے

۱۵ انھوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے علماء و مشائخ کو رب بنا رکھا ہے اور مسیح ابن مریم کو بھی حالانکہ ان کو صرف یہ حکم کیا گیا ہے کہ فقط ایک معبود کی عبادت کیا کریں جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ وہ ان کے شرک سے پاک ہے۔

بیان ان وسائل کی ضرورت ہے جو سلاطین اور رعایا کے درمیان ضروری ہیں اور وہ وسائل انبیاء اولیاء
ملک یا اور موجودات ہیں تو وہ کھلا بت پرست ہے جو اپنے اصنام اور اولیاء کو حق تعالیٰ کے دربار میں شفع، وکیل
بتی، مقرب، سمجھتا ہے اور اسی خاطر ان کی عبادت کرتا ہے اور وہ خالق اکبر کو مخلوقِ اتر کے مشابہ سمجھتا ہے جو بغیر
اپنے اعوان و انصار کے، بغیر اپنے معین و ظہیر کے کائنات کا انتظام ہی نہیں کر سکتا۔ فلا تضربوا مدثر
امثال تعالیٰ اللہ عن ذلک علواً کبیراً۔ ۱۰

شفاعت | اسی سلسلہ میں شفاعت کا صحیح طور پر علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ شفاعت کے معنی ہیں سفارش
یا میں سفارش یا شفاعت کئی قسم کی ہوتی ہے۔

(۱) شفاعتِ وجاہت :- بادشاہ کے دربار کا ایک امیر بادشاہ کے پاس ایک چور کی سفارش کر رہا ہو
کی چوری ثابت ہے، بادشاہ سزا دینا چاہتا ہے لیکن اس امیر کی سفارش سے دب کر اس چور کی تقصیر کو معاف
دیتا ہے تاکہ امیر کی ناخوشی کی وجہ سے امور سلطنت میں خلل نہ پڑے۔

ظاہر ہے کہ جو شخص کہ کسی فرشتے یا نبی یا ولی کو حق تعالیٰ کی جناب میں اس قسم کا شفع سمجھتا ہے
سخت جاہل اور کھلا مشرک ہے۔

(۲) شفاعتِ محبت :- اس چور کی سفارش بادشاہ کا کوئی معشوق یا منظورِ نظر کرتا ہے اور بادشاہ
کی محبت سے ناچار ہو کر چور کو معاف کر دیتا ہے اور اپنا غصہ پی جاتا ہے۔

ظاہر ہے کہ اس قسم کی بھی شفاعت حق تعالیٰ کی بارگاہ میں تصور نہیں کی جاسکتی۔ بندہ اپنی عبودیت
حد سے آگے نہیں بڑھ سکتا!

(۳) شفاعت بالاذن :- اس چور کی سفارش بادشاہ کی مرضی پاکر اس کی اجازت سے کی جاتی ہے
اس وجہ سے کہ سفارش کرنے والا اس کا قریبی ہے یا آشنا یا حمایتی، بس یہی ایک شفاعت حق تعالیٰ کی
بارگاہ میں ممکن ہے۔ اسی کا ذکر قرآن کریم و احادیث نبوی میں آیا ہے۔ شفاعت بالاذن کے متعلق

ان امور کی مزید توضیح کے لئے دیکھو ابن تیمیہ کا رسالہ قاعدہ واسطیہ جو توسل پر ایک بے نظیر رسالہ ہے۔
اس سے ہم نے یہاں استفادہ کیا ہے۔

مندرجہ ذیل چند امور کا ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

(۱) شفاعت نہ ہوگی مگر حق تعالیٰ کے اذن سے ان آیات سے اس کی توضیح ہوتی ہے۔

(۱) یَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ لَهُ قَوْلًا (پارہ ۱۵) اس روز

سفرارش نفس نہ دیگی مگر اس شخص کے لئے جس کے واسطے اللہ تعالیٰ نے اجازت دیدی ہو اور اس شخص کے واسطے بولنا پسند کر لیا ہو۔

(ب) مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ (پارہ ۲) ایسا کون شخص ہے جو اس کے پاس

سفرارش کرے بدون اس کی اجازت کے۔

(ج) لَا تَنْفَعُ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مَنْ بَخِلَ أَنْ يَأْذِنَ اللَّهُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَرْضَىٰ (پارہ ۶) یعنی

ان کی سفرارش ذرا بھی کام نہیں آسکتی مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہیں اجازت دیدیں اور راضی ہوں۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ شفاعت حق تعالیٰ کے حکم و اجازت سے ہوگی نہ شفیع کی مختاری و

خود رائی سے کہ اپنے جس دوست کے حق میں چاہا بغیر مرضی حق کے معلوم کرنے اور بدون اجازت سفرارش

کردی۔ کفار و مشرکین ہی سمجھتے تھے کہ ان کے معبودان کی سفرارش کریں گے اور عذاب سے بچالیں گے

اس سفرارش کو حق تعالیٰ باطل کر رہے ہیں اور جس سفرارش کو ثابت کر رہے ہیں وہ اس بندہ محکوم کی شفاعت

ہے جو اپنے مالک و مولیٰ کے سامنے بدون اس کی اجازت و امر کے پیش قدمی نہیں کرتا یہ پہلی قسم کی شفاعت

”مربوب“ کی شفاعت ہے اور حق تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں، دوسری قسم کی شفاعت بندہ محکوم کی ہے

وشتان بین ذلک! جب یہ بات سمجھ میں آگئی ہے کہ حق تعالیٰ جس کو چاہیں گے اسی کے واسطے سفرارش

کا حکم دیں گے تو یہ بات بھی کھل جاتی ہے کہ واقع میں سفرارش حق تعالیٰ ہی کی ہوئی اور جو شخص ان کے

سامنے سفرارش کرے گا وہ ان کے امر و اجازت سے کرے گا۔ ابن قیم کے الفاظ میں ”وہ ذات پاک خود اپنے

نفس سے سفرارش کرے گی یعنی اپنے آپ ہی بندہ پر رحم کرنا منظور ہوگا۔ یہی معنی ہیں ”قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا“

کے اور نیز اس آیت کے ”مَالِكُ يَوْمَئِذٍ يَكْفِي مَا فِي صُحُفٍ“ اللہ کے سوا نہ کوئی ولی ہے اور

نہ شفیع اور جس نے کہ اللہ کے سوا کسی اور کو اپنا ولی و شفیع ٹھیرایا، اس کی مثال ایک مکڑی کی سی ہے

جس نے ایک گھر بنایا جو سب سے زیادہ بڑا اور کمزور ہے۔ اٹھوڑی دیر کے لئے اس آیت پر غور کرو، شرک فی التصرف اور شفاعت کو کس خوبی سے رد کیا جا رہا ہے۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهَا مِنْ شَرْكَ وَلَا مَنْهُمْ مَنْ ظَاهِرٌ وَلَا نَنْفَعُ الشَّفَاعَةَ عِنْدَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ يَعْنِي آپ فرمائے کہ جن کو تم خدا کے سوا سمجھ رہے ہو ان کو پکارو، وہ ذرہ برابر اختیار نہیں رکھتے، نہ آسمانوں میں اور نہ زمینوں میں اور نہ ان کی ان دونوں میں کوئی شرکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے اور خدا کے سامنے سفارش کسی کی کام نہیں آتی مگر اس کے لئے جس کی نسبت وہ اجازت دیدے (سورہ بقرہ ۲۵۵) شرک نے جس کو اپنا معبود قرار دے رکھا ہے اس سے وہ نفع کی امید کرتا ہے اور نفع اسی سے پہنچ سکتا ہے جس میں ان چار صفات میں سے کم از کم ایک صفت ہوتی ہے۔

۱۔ یا تو وہ اس شے کا مالک ہو جس کی امید عابد کر رہا ہے اور جس کے لئے وہ دعا کر رہا ہے۔

۲۔ اگر مالک نہ ہو تو مالک کا "شریک" ہو۔

۳۔ اگر شریک بھی نہ ہو تو کم از کم اس کا "معین" و ظہیر یعنی مددگار ہو۔

(ابن قیم)

۴۔ اگر معین و ظہیر بھی نہ ہو مالک کے نزدیک شفعیع ہو۔

ان ہی چار صورتوں میں عابد کو اپنے معبود سے فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اب حق تعالیٰ ان چاروں کی ترتیب وار نفی فرما رہے ہیں، اعلیٰ صفت سے شروع کر کے ادنیٰ صفت کی طرف رجوع فرما رہے ہیں، ملک و شرکت و مظاہرت (مددگاری) و شفاعت کی کلی نفی فرما رہے ہیں اور اس شفاعت کا اثبات کیا جا رہا ہے جس سے شرک کو کوئی فائدہ نہیں اور یہ شفاعت حق تعالیٰ ہی کے اذن سے ہوگی۔ یہ آیت ایک نور ہے، برہان ہے، اس سے توحید کا قطعی اثبات ہوتا ہے اور شرک کی ساری جڑیں کٹ جاتی ہیں۔

(۲) اذن نہ ہو گا مگر اس شخص کے لئے جس کے قول و فعل کو حق تعالیٰ پسند فرمائیں گے۔

حق تعالیٰ شفاعت کا حکم اسی شخص کی نسبت عطا فرمائیں گے جو قول و فعل کے لحاظ سے ان کا پسندیدہ

ہوگا۔ لَا يَشْفَعُونَ إِلَّا مَنْ ارْتَضَىٰ (یعنی جو حق تعالیٰ کا اذن دے گا) یہاں لیا گیا ہے وہ بجز اس کے جس کے لئے

خداے تعالیٰ کی مرضی ہو اور کسی کی سفارش نہیں کر سکتے۔

(۳) کسی کا قول و عمل پسند نہ ہو گا مگر توحید و اتباعِ رسول۔

ابوالعالیہ فرماتے ہیں کلمستان یسئل عنہا الاولون والآخرون، فاذا كنتم تعبدون وما ذا اجبتم المرسلین یعنی دو باتوں کا تمام اولین و آخرین سے سوال کیا جائے گا: تم کس کی عبادت کرتے تھے اور تم نے رسولوں کی کن کن باتوں پر عمل کیا؟ حدیث ابو ہریرہ میں آیا ہے کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ من اسعد الناس بشفاعتک یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا من قال لا الہ الا اللہ خالصا من قلبہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شفاعت اہل اخلاص کے لئے ہوگی جنہوں نے کوئی شرک نہیں کیا۔ بخاری نے ابو ہریرہ سے جو روایت کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ شفاعتی لمن قال لا الہ الا اللہ مخلصا یصدق قلبہ لسانہ ولسانہ قلبہ۔ اس کو امام احمد نے صحیح کہا ہے۔ مسلم نے جو روایت ابو ہریرہ سے کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔ انی اختبأت دعوتی شفاعۃ لامتی یوم القیامۃ ففی نائلہ ان شاء اللہ، من مات لا یشرک باللہ شیئا۔

شفاعت کے متعلق ان تین اصول کو سمجھتے جانے کے بعد شرک کا استیصال ہو جاتا ہے۔ بالفاظِ دیگر جس نے یہ سمجھ لیا کہ شفاعت حق تعالیٰ ہی کے حکم و اجازت سے ہوگی اور اسی کے لئے ہوگی جس کے قول و فعل کو وہ پسند کرتے ہوں گے اور وہی قول و فعل ان کے پسند ہو گا جو شرک و بدعت سے منزہ اور توحید سنت کے مطابق ہو تو اب وہ حق تعالیٰ کے سوا کسی کو اپنا شفیع کیسے ٹھیرا سکتا ہے اور شرکین کی طرح ھو لاء شفعانا عند اللہ کا کب قائل ہو سکتا ہے، حق تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف کس طرح اپنا قلب کو رجوع کر سکتا؟ وہ جانتا ہے کہ افضل ترین مخلوقات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہِ خداوندی میں سجدہ ریز ہوں گے، اپنے رب، اپنے مولیٰ و مالک کی حمد و ثنائیں رطب اللسان ہوں گے۔ لیکن سجدہ سے سر نہ اٹھائیں گے اور شفاعت کے لئے اس وقت تک زبان نہ کھولیں گے جب تک کہ حق تعالیٰ کی اجازت نہ ہوگی کہ قتل تسمع و اشفع تشفع و سل تعطہ۔ پھر آپ نے تصریح فرمادی کہ فیحدلی حدّا، کہ میرے لئے ایک حد

لے متفق علیہ۔ کہ سنا جائے گا۔ شفاعت کو قبول کی جائے گی۔ مانگ دیا جائے گا۔

مقرر کر دی جائے گی، یعنی آپ شفاعت ان ہی کی فرمائیں گے جن کا قول و فعل حق تعالیٰ کو پسند ہوگا، یعنی جو مشرک نہ ہوگا، جس نے صدق دل سے توحید الوہیت کا اقرار ہوگا، اسی کی شفاعت کا اذن ہوگا اور اسی کی شفاعت کی جائے گی اور اسی پر حق تعالیٰ رحم کرنا منظور فرمائیں گے!! اسی کی بالآخر نجات ہوگی! جب اذن شفاعت دینے والے حق تعالیٰ ہی ہیں، اور قبول کرنے والے بھی وہی ہیں، مشفوع لہ کو ایسے کاموں کی توفیق دینے والے بھی وہی ہیں جس کی وجہ سے وہ مستحق شفاعت ٹھہرتا ہے تو پھر صاف ظاہر ہے کہ شفاعت درحقیقت حق تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے! قل للہ الشفاعۃ جمیعاً کے یہی معنی ہیں ایہی وجہ ہے کہ جس شخص نے اپنے اللہ ہی کو معبود ٹھہرایا، اسی کے لئے اذن شفاعت ہوگا، اور جس نے غیر اللہ کو معبود ٹھہرایا اس کی نہ کوئی شفاعت کرے گا اور نہ کوئی شفاعت اس کے لئے مفید ہوگی۔ ان ہی "متخذین شفعار" کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے: قل اتنبئون اللہ بما لا یعلم فی السموات ولا فی الارض سبحانہ وتعالی عما یشرکون۔ یعنی کیا تم خدا کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو خدا کو معلوم نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں، وہ پاک اور بزرگ ہے ان لوگوں کے شرک سے (پ ۷ ع ۱) اس طرح ان کے افتراء و شرک کو ظاہر فرما دیا!

تذکرہ غیر اللہ | مشرکین کی عبادت کا آخری عمل جس پر ہمارے مقالہ میں بحث کرنی باقی ہے وہ "تذکرہ غیر اللہ" ہے۔ مشرکین اپنے مال کا ایک حصہ غیر اللہ کی تذرونیاز کے لئے صرف کرتے تھے، ان کے لئے جانور ذبح کرتے تھے، اس طرح ان کی تعظیم و تکریم کرتے تھے: وجعلوا للہ فما ذرأ من الحراث والاعام نصیباً فقالوا ہذا للہ بزعمہم و ہذا للشرکاء (پ ۷ ع ۳) اور اللہ تعالیٰ نے جو کھیتی اور مویشی پیدا کئے ہیں، ان لوگوں نے ان میں سے کچھ حصہ اللہ کا مقرر کیا اور بزرگ خود کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ کا ہے اور یہ ہمارے معبودوں کا ہے ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

و یجعلون لما لا یعلمون نصیباً مما
 یہ لوگ ہماری دی ہوئی چیزوں میں ان کا حصہ لگاتے
 رزقناہم تا اللہ لتسئلن عما کنتم
 ہیں جن کے متعلق ان کو کچھ علم نہیں قسم یہ خدا کی تم سے
 تفترون (پ ۷ ع ۱۳)
 تمہاری ان افتراء پر دازیوں کی ضرورت پڑے گی۔

حضرت شاہ عبدالقادرؒ ان آیات کی تفسیر میں صراحت فرماتے ہیں کہ کافر اپنی کھیتی اور مویشی کے بچوں میں اور تجارت میں سے اللہ کی نیاز نکالتے اور بتوں کی بھی نیاز نکالتے تھے، جنہیں وہ اپنی جہالت اور بے خبری سے معبود، یا مالک نفع و ضرر سمجھتے تھے حق تعالیٰ ان کے اس ظلم اور بے انصافی اور اقرار پر ان کی مذمت فرما رہے ہیں۔

مذہب نیاز کا رواج اسلام کی "غربت" کے اس زمانہ میں اس کثرت سے ہو گیا ہے کہ ہمیں یہاں اس کی تحقیق ضروری نظر آتی ہے۔ ہر زمانہ کے مشرکین کے قلوب میں ایک نمایاں تشابہ ہوتا ہے، وہ وہی بات کہتے ہیں اور وہی عمل کرتے ہیں جو ان سے پہلے گزرنے والے مشرکین نے ہی تھی اور اس پر عمل کیا تھا۔
 "كَذَلِكَ قَالَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهتْ قُلُوبُهُمْ" (پارہ ۱۴)

نذر (نیاز) لغت میں وعدہ کرنا ہے نیکی کا ہو یا بدی کا اور شرع میں لازم کر لینا ہے ایک ایسی بات کا جو لازم نہیں۔ نذرت نذراً اذا وجبت على نفسك شيئاً تبرعاً من عبادة او صدقة او غير ذلك (رہنمایہ) تمام فقہاء نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ نذر اللہ کی قربت اور عبادت ہے، چنانچہ قاضی حسین اور متولی اور رافعی، اور سوان کے دوسرے علماء شافعیہ اور زین الدین بن بزم اور علامہ قاسم وغیرہ علمائے حنفیہ نے اپنی تصانیف میں اسی کی صراحت کی ہے اور

وَمَا انفقتم من نفقة او نذرتكم من اور تم لوگ جو کسی قسم کا خرچ کرتے ہو یا کسی طرح کی نذر

نذرات اللہ بعلہ (پارہ ۵) مانتے ہو تو حق تعالیٰ کو سب کی یقیناً اطلاع ہے۔

سے بھی یہی بات مترشح ہوتی ہے۔ چنانچہ تفسیر ابوالسعود میں وضاحت کی گئی ہے کہ اور نذرتکم النذر عقد الضمیر علی شیء والتزام یعنی نذر دل میں کسی چیز کا ارادہ کرنا اور اس کو لازم کر لینا ہے۔

جب نذر عبادت ہوئی تو غیر اللہ کے لئے اس عبادت کا بجالانا منکر اور شرک ہے۔ عوام الناس بزرگوں کی جو نذر دنیا کرتے ہیں وہ حاجت برآری کے خیال ہی سے کرتے ہیں یا تو کسی مقصد کا حصول پیش نظر ہوتا ہے یا پھر کسی بلا کا ٹالنا، گویا اس طرح وہ ان بزرگوں کو رشوت دینا چاہتے ہیں، اس خیال سے تو

سہ مقابلہ کرو شامی ج ۲ ص ۱۳۹ والنذر للمخلوق لا يجوز لانه عبادة والعبادة لا تكون للمخلوق۔

تعالیٰ کی نذر بھی روا نہیں کہ وہ ذات مقدس بھی اخذِ ثبوت سے پاک ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ اور
 حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا تذروا فان النذر لا یغنی من
 الدرشیا وانما یستخرج بہ من البخیل (متفق علیہ) یعنی نذر نہ مانو اس لئے کہ نذر تقدیر کے نوشتے کو نہیں
 اسکتی، اس کے ذریعہ تو فقط بخیل کا مال نکالا جاتا ہے، طبیبی نے اس حدیث کی شرح میں وضاحت
 دی ہے کہ جس نذر سے روکا گیا ہے وہ نذر مقید ہے جس کا ماننے والا یہ خیال کرتا ہے کہ وہ تقدیر کے
 سے بچا لیتی ہے، جیسا کہ بہت لوگوں نے سمجھ رکھا ہے اور ہم اپنے زمانہ کی کتنی جماعتوں کو اسی
 قادیان پاتے ہیں۔

غرض عوام جو بزرگوں کی نذر کرتے ہیں ان سے پوچھنا چاہئے کہ تمہاری اس نذر کا مقصد کیا ہے؟
 (۱) تقرب اور عبادت؟ - یہ تو صریحاً شرک ہے۔

(۲) مقصودیابی اور حاجت براری؟ - یہ بھی شرک و حرمت دونوں پر مشتمل ہے۔

(۳) ایصالِ ثواب؟ ہاں یہ جائز ہے لیکن یہاں نیت کی تصحیح سخت ضروری ہے، غور کرو تمہیں خود
 نجات کی فکر کرنی چاہئے، خود ثواب کمانے پر اُمل ہونا چاہئے اس کو چھوڑ کر تمہیں دوسروں کو ثواب
 دینے کی فکر زیادہ دامن گیر معلوم ہوتی ہے اور پھر تمہارے ابا و اجداد اس امر کے زیادہ مستحق ہیں کہ تم انہیں
 بپہنچاؤ، اس کا تم کو زیادہ خیال نہیں ہوتا، پیروں اور شہیدوں کی نیاز اور فائزہ التزام کے ساتھ کرتے
 ذرا اپنے قلب کی طرف ایمان کی روشنی میں دیکھو، کیا تمہاری غرض یہ تو نہیں کہ ایسا کرنے سے تمہارے
 میں برکت ہوگی، بال بچے تندرست اور عافیت سے رہیں گے، تجارت میں خسارہ نہ ہوگا، زمانہ کے
 ثواب سے نجات یلگی۔ اگر تم اس غرض سے نذر و نیاز بزرگوں کی کیا کرتے ہو (مثلاً حضرت پیرزادہ کی
 ہوئیں یا کندوری دسترخوان یا سرمنی) تو مشرکین کی طرح تم ان بزرگوں کو اپنا معبود بنا رہے ہو، ان کو
 ضرر کا مالک سمجھ رہے ہو، اور یہ کھلا شرک ہے اس کی تصریح قرآن و حدیث سے اور تفصیل کے ساتھ
 کی ہے، علامہ قاسم شارح درر کے اس بیان پر غور کرو:-

”النذر الذی ینذره اکثر العوام کان یقول یا سیدی فلان یعنی بہ ولینا ونبینا ان رد غائبی

او عوفی مریضی او قضیت حاجتی فلك من الذهب والفضة والطعام والشراب والزيت كذا فهذا باطل بالاجماع لانه نذر مخلوق وهو لا يجوز، لان النذر عبادة والعبادة لا يكون لمخلوق والمنذر له ميت والميت لا يملك وان كان ظن ان الميت يتصرف في الامر كفر الا ان قال: يا الله اني نذرت لك ان فعلت معي كذا ان اطعم الفقراء الذين بباب السدة النفيسة والامام الشافعي ونحوه فيجوز حيث يكون فيه نفعاً للفقراء والمنذر لله۔

یعنی وہ نذر جو عوام الناس کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ اے میرے بزرگ (کسی ولی یا نبی کو مخاطب کر کے) اگر میرا غائب واپس آجائے یا بیمار اچھا ہو جائے، یا میری حاجت برائے تو آپ کے لئے اتنا سونا یا چاند یا طعام و شربت یا تیل بطور نذر پیش کروں گا۔ سو یہ یاطل ہے بالاجماع، اس لئے کہ یہ مخلوق کی نذر ہے اور یہ جائز نہیں کیونکہ نذر عبادت ہے اور عبادت مخلوق کی روا نہیں، جس کے لئے نذر بانی ہے وہ میت اور میت کسی چیز کا مالک نہیں، اور اگر اس کے ساتھ ساتھ وہ نذر ماننے والا یہ بھی خیال کرے کہ میت کو کاموں میں اختیار حاصل ہے تو وہ کافر ہو جائے، ہاں اگر وہ یہ کہے کہ یا اللہ میں نے تیری نذر کی کہ اگر تو میرے ساتھ یہ معاملہ کرے تو میں سترہ نفیسہ ولے فقیروں کو کھانا کھلاؤں گا، یا امام شافعیؒ کے دروازے والوں کو کھانا دوں گا، تو یہ جائز ہے کیونکہ اس میں نفع ہے فقیروں کا اور اور نذر ہے اللہ عزوجل کی۔

دیکھو اس بیان کا تجزیہ کرنے سے سامنے مندرجہ ذیل امور واضح طور پر پیش ہو جاتے ہیں۔

(۱) عوام کا لالہ نام جو نذر اپنے پیروں بزرگوں کی حاجت برائی کی خاطر کرتے ہیں وہ بالاجماع باطل ہے اور قطعاً شرک ہے، کیونکہ

(۲) مخلوق کی نذر کسی معنی میں جائز نہیں اس لئے کہ وہ عبادت ہے اور سوائے خالق کے کسی کیلئے روا نہیں

(۳) عوام کی غرض بزرگوں کی نذر و نیاز سے ہی ہوتی ہے کہ آفات و بلیات سے وہ محفوظ رہیں، مال و

دولت میں اضافہ ہو، صحت و عافیت حاصل ہو، اگر وہ زبان سے اس امر کا اقرار بھی کریں کہ ہمیں صرف ایصالِ ثواب ہی منظور ہے تو بھی وہ اپنے نفس کو دھوکہ دے رہے ہیں، انھیں ایمان داری کے ساتھ اپنے نفس کا محاسبہ کرنا چاہئے۔

۴) یہ بھی کہنا درست نہیں کہ یہ فلاں ولی یا نبی کی نذر ہے بلکہ انھیں یہ کہنا چاہئے کہ یہ اللہ کی ہے۔
 بر ثواب اس کا فلاں کو پہنچے۔

اس سلسلہ میں یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ کسی نبی یا ولی کی نذر مانی بھی جائے تو وہ منعقد نہیں ہوتی۔
 مگر لا وفاء لنذر فی معصیۃ۔ یعنی نذر معصیت کی وفا ضروری نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ عبادت غیر اللہ
 معصیت ہے اور نذر منجملہ عبادت ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ من نذر ان یطیع اللہ
 لیطعہ ومن نذر ان یعصیہ فلا یعصیہ جس نے اللہ کی اطاعت کی نذر کی اس کو چاہئے کہ اطاعت
 کے اپنی نذر پوری کرے اور جو اللہ کی نافرمانی کی نذر کرے وہ نافرمانی نہ کرے۔

توحید الوہیت کی جو تفصیل اوپر پیش کی گئی اس کا خلاصہ صرف اتنا ہے کہ دعوتی کلمہ لا الہ الا اللہ
 محمد رسول اللہ کی رو سے اللہ تعالیٰ ہی ہمارے الہ قرار پاتے ہیں، الہ کے معنی ہیں معبود و رب، یعنی اللہ تعالیٰ
 ہی ہمارے معبود ہیں اور ہمارے رب، اللہ تعالیٰ کے سوا ہمارا نہ کوئی معبود ہے اور ہمارا نہ کوئی رب یا مستعان،
 و حید الوہیت میں یہی "توحید معبودیت" و "توحید ربوبیت" شامل و داخل ہیں۔ شرک واقع ہوتا ہے عبادت
 و استعانت ہی کی راہ سے، یعنی اگر غیر اللہ کی عبادت کی جائے، یا اس سے استعانت کی جائے تو شرک
 پیدا ہوتا ہے۔ دیکھو قل انما ہوالہ واحد و اننی بری مما تشرون (پ ع ۸) سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ
 شرک الوہیت ہی کی راہ سے پیدا ہوتا ہے۔ و اعبدوا اللہ ولا تشربوا بشیئا سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر اللہ
 کی عبادت شرک ہے اور قل انما ادعوتنی ولا اشرك بہ احدا سے واضح ہوتا ہے غیر اللہ کو پکارنا (دعا و ندی)
 شرک ہے ایاک نعبد و ایاک نستعین کی تعلیم دے کر عبادت و استعانت کو بطریق حصر حق تعالیٰ ہی
 کے لئے مخصوص کر دیا گیا اور اس طرح توحید الوہیت کی کامل حفاظت کر دی گئی۔

توحید الوہیت کے اس معنی کو پیش نظر رکھ کر مشرکین عرب کی عبادت پر غور کیا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ
 اپنے اصنام و اوثان (غیر اللہ) کو مقرب و شفیع جان کر ان سے وقت حاجت فریادری چاہتے تھے اور اپنے

مال کا ایک حصہ ان کی نذر و نیاز کے لئے صرف کرتے تھے، قرآن کریم و احادیث صحیحہ کی روشنی میں گیا کہ استغاثہ، استعانت، دعا و نذر، نذر و نیاز سب افعال عبادت ہیں، لہذا ان افعال کا تعلق صرف حق تعالیٰ ہی سے ہونا چاہئے۔ مشرکین نے ان کا تعلق غیر اللہ سے روا رکھا تھا اسی لئے انھیں تہذیب گئی کہ فلا تجلوا للہ انداداً و انتم تعلمون پس ان کا شرک بھی غیر اللہ کی عبادت اور اس سے استعانت سوا کچھ نہیں تھا۔ وہ حق تعالیٰ کے وجود کے منکر نہ تھے اور نہ ہی ان کی ذات میں کسی غیر کو شریک کرتے تھے۔

غیر اللہ کی عبادت ہی شرک محض اور کفر بخت ہے، یہ شرک اکبر انسان کے خون و مال کو حلال کر دیتا ہے اور اس کو "مخدر فی النار" بنا دیتا ہے، جب کسی کے کانوں تک توحید کی دعوت پہنچ چکی اور اس پر حج کا قیام ہو گیا اور اس کے باوجود وہ شرک پر جوار ہا اور کفر کا اعلان کرتا رہا تو وہ کافر مشرک ہو گیا، اس کے نجات کی کوئی صورت اس کے سوا نہیں کہ وہ کفر و شرک سے توبہ کرے اور توحید پر ایمان لائے اور اگر نام کا مسلمان ہے تو تجدید اسلام کرے۔

احادیث نبویہ میں کلمہ توحید کے چند فیود و شرائط بیان کئے گئے ہیں، مثلاً کسی قسم کا شکی الوہیت الہی میں نہ کرے، متکبر نہ بنے، جائز نہ ہو، یہ کلمہ اس کو گناہوں سے روکے وغیرہ۔ انسان جب ان پر غور کرتا ہے تو اس کو اپنی ہلاکت کا خوف پیدا ہوتا ہے۔ پھر ان لوگوں کا کیا ذکر جو غیر اللہ کی عبادت بجا لا کر کھلے شرک و کفر میں مبتلا ہیں۔ ائمہ اربعہ نے تارکِ صلوٰۃ، مانعِ زکوٰۃ، یا تارکِ اذان یا نماز عید سے قتال واجب قرار دیا ہے کیونکہ یہ شعائر اسلام ہیں، پھر ان شرک و کفر سے قتال کا کیا ذکر بعض نے تو اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ جب نماز، روزہ، حج یا زکوٰۃ کے ترک کرنے سے کفر لازم آتا ہے تو ترکِ توحید و اخلاص سے کفر طرح شرک لازم نہیں آئے گا۔ امرت ان اقاتل الناس حتی یشهدوا ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ و یتقوا الصلوٰۃ و یؤتوا الزکوٰۃ فاذا فعلوا ذلك عصموا منی دماءہم و اموالہم الا بحق الاسلام و حسا بہم علی اللہ۔

سہ اسی کو پیش نظر رکھ کر شاید اقبال نے کہا ہے سہ

چومی گویم مسلمانم بلرزم کہ دامن مشکلات لا الہ را۔ (ارمغانِ حجاز)

مقالہ کے دوران میں جو آیتیں شرک و کفر کے رد میں پیش کی گئیں ان کو عرب ہی کے مشرکین و عابدینِ اصنام و اوثان کے حق میں سمجھنا غلطی ہے۔ ان کا اطلاق ہر زمانہ کے مشرکین پر ہوتا ہے، ہر زمانہ کے مشرکوں کے درمیان ایک ہی جامع ملتا ہے اور وہ شرک باللہ ہے ایک ہی ہوگا کیونکہ جامع موجود ہے اور فارق معدوم، چنانچہ اصول فقہ کا قاعدہ بھی یہی ہے کہ "بعموم الالفاظ لا بخصوص الموارد" یعنی اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے نہ کہ خصوص سبب کا، ساری شرعیہ کا مدار اسی اصول پر ہے اور حدیث میں صراحت کی گئی ہے کہ "حکمی علی الواحد کحکمی علی الجماعۃ" انکار سے یہ بات لازم آئے گی کہ جو حکم کسی خاص سبب کی بنا پر کسی گزشتہ واقعہ کے سلسلہ میں نازل ہو اسی کی حد تک محدود ہے اور مستعدی نہیں، یہ قطعاً باطل ہے۔ اس سے احکام شرعیہ کا تعطل ہوتا ہے۔ کیونکہ جتنی آیات حدود و جنایات و مواریث ہیں وہ سب خاص خاص واقعات ہی کے میں نازل ہوئی ہیں۔ لیکن ان کا حکم عام ہے اور قیامت تک باقی ہے۔ چنانچہ ابن عباسؓ نے ان کی بابت جو بنی اسرائیل کے حق میں اتری ہیں فرمایا تھا: هذا نزل علی بنی اسرائیل وانه علینا روافا شبه اللیلۃ بالبارحۃ۔ اسی چیز کی طرف توجہ مبذول کرتے ہوئے کسی نے کیا خوب کہا ہے لاخوة بنی اسرائیل اذا کان کل حلوقہ لکم وکل مرۃ لہما اورائہ ثلاثہ نے تو اس امر کی صراحت ہے کہ شرائع ماقبل ہمارے لئے بھی شرع ہیں اور امام شافعیؒ بھی اسی اصول کو تسلیم کرتے ہیں، اسی صورت میں جب کہ اس کی توضیح ہماری شرع میں بھی آچکی ہو۔ اب ہماری شریعت نے بھی ان کی توضیح کر دی ہے۔ اور کتاب و سنت ان پر ناطق ہیں۔ ان کا تعلق اعم سابقہ اور مشرکین عرب ساتھ سمجھنا کس قدر فاحش غلطی ہے۔

پھر ذرا غور تو کرو کہ جس چیز سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین عرب کو منع فرمایا؟ ساری آیتیں محکم ہیں اور غیر منسوخ۔ اول و آخر ہر ایک کے لئے یکساں ہیں، علاوہ ازیں قرآن کریم میں آیتیں بھی ہیں جو خاص انبیاء بلکہ افضل انبیاء پر نازل ہوئی ہیں، ان میں شرک کو

محیط اعمال قرار دیا گیا ہے۔ سورہ انعام میں اشارہ پیغمبروں کے نام لے کر ارشاد ہوتا ہے کہ ولو اشرکوا
 لمحیط عنہم ما کانوا یعملون کسی جگہ خطاب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوتا ہے لئن اشرکت لیحبطن
 عملک ایک جگہ اہل ایمان کے متعلق خبر دی گئی ہے کہ وما یومن اکثرہم یاسدہ الا وہم مشرکون!
 ہمارے اس زمانہ کے مومن مشرک بغوائے حدیث لتتبعن سنن من قبلکم اپنے پیشرو مشرکین
 عرب اور یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر "توحید الوہیت" ہی کا انکار کر رہے ہیں یعنی وہ اس امر کے قائل
 نہیں رہے کہ حق تعالیٰ کے سوا اور کوئی لائق دعا و عبادت، خوف و رجا، استعانت و استغاثہ نہیں جس
 کے لئے جان و ذبح کیا جائے یا نذر مانی جائے بلکہ ان کا عقیدہ یہ ہو گیا ہے کہ حق تعالیٰ کے سوا ان کے
 انبیاء و اولیاء بھی شراید و مصائب و آفات و لیات میں ان کی فریاد سن کر ان کی حالت سے مطلع
 اور واقف ہو کر ان کی مدد کر سکتے ہیں، کشف ضرر کر سکتے ہیں۔

اسی لئے ان کے اہل علم و فضل بھی اس کی علی الاعلان تعلیم کرنے لگے ہیں کہ حالت درد و مصیبت میں
 پکارنا چاہئے، حضرت معرف کرخیؒ کو، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو، حضرت سالار مسعودؒ کو، حضرت شاہ
 بدیع الدینؒ کو، حضرت شیخ معین الدین چشتیؒ کو، حضرت قطب الدین کاکیؒ کو، اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ
 ان کے جاہل اور عالم دونوں غیر اللہ سے اس طرح استعانت ہر مصیبت کے وقت کرتے ہیں، ان کے لئے
 مرغ، بکری، گائے ذبح کرتے ہیں، نذر و نیاز لاتے ہیں، منت مانگتے ہیں، چراغ روشن کرتے ہیں،
 ان کی قبروں کا طواف کرتے ہیں، سجدہ کرتے ہیں۔ وہ ان بزرگوں کو اپنے پیش روؤں کی طرح اللہ کی
 ذات میں شریک نہیں کرتے بلکہ ان کو اللہ کا مملوک و محکوم ہی مانتے ہیں، اللہ ہی کو حاکم و مالک و رب سمجھتے
 ہیں، مستقل معبود اللہ ہی کو جانتے ہیں اور اپنے ان بزرگوں کو اللہ ہی کی ملک سمجھتے ہیں۔ لیکن پھر اپنے
 پیشروں کی طرح ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ان کے یہ بزرگ، یہ صلحاء، مقرب الہی ہیں وہ ان کی نذر و نیاز
 ان سے دعا و التجا و استغاثہ اس لئے کرتے ہیں کہ ان کی وجاہت و شفاعت و قرب سے اللہ کے
 غصے اور خفگی و ناراضی سے نجات پا کر قرب حاصل کر لیں۔

اس مختصر مقالہ میں یہ بتلانے کی کوشش کی گئی ہے کہ بعینہ ہی عقیدہ "شُرک فی اللوہیت" ہے

یہی مذہب ابو جہل اور ابولہب کا ہے سوار سوار! حضرت عیسیٰ و حضرت عزیر و ملائکہ و انبیاء کے پکارنیوالے
 بعینہ اسی مسلک پر قدم زن تھے۔ کما قال اللہ تعالیٰ: وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا
 لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ، وَقَوْلُهُ تَعَالَىٰ: وَلَيُعَذِّبُنَا اللَّهُ مَا لَا لِيُضِرَّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَوَاءٌ
 شُفَعَاءُنَا عِنْدَ اللَّهِ!

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (قداء ابی وامی) نے دین حق کا پیغام لا الہ الا اللہ پیش فرما کر
 افرادِ عبادت اللہ کی طرف دعوت دی، ساری عبادت کو اللہ ہی کے لئے مختص کر دیا خواہ استغاثت
 ہو یا استغاثہ، ذبح ہو یا نذر، دعا ہو یا عکوف، طواف ہو یا کوئی عبادت، قلبی ہو یا قالبی! مشرکین نے
 جن وسائل کو تقرب الی اللہ کا وسیلہ قرار دیا تھا ان کی نفی فرمائی، وضاحت فرمادی کہ تو سلطان اولیاء
 و انبیاء و شہداء و ملائکہ کا اس اعتقادِ فاسد و زعم کا سد کے ساتھ کہ وہ ان کی شفاعت کریں گے، بغیر اذن
 و مرضی حق کے کارآمد نہیں ہوگا، جو چیز کہ نفع دیگی وہ ہی عبادتِ خالص و توحید مفرد ہوگی جو کلمہ
 اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد عبدا و رسولہ سے ثابت ہے، جو شخص اس کلمہ کے معنی پر
 چلا، اس کے مقتضی پر عمل کیا، وہی مومن موحدا و محسن مخلص کہلایا اور جس کا قول و فعل، حال و خیال
 اس کے معنی و مقتضی کے خلاف ہو اوہ مشرک کا فرہو یا مبتدع ضال! قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنْتُمْ فِي
 شَكٍّ مِنْ دِينِي فَلَا أَعْبُدُ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ أَعْبُدُ اللَّهَ الَّذِي يَتَوَقَّعُكُمْ
 وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۚ وَأَنْ أَقِمَّ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ
 وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذَا مِنَ الظَّالِمِينَ ۚ وَإِنْ
 يَمَسُّكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِمَنْ يَشَاءُ
 مِنْ عِبَادِهِ ۚ وَهُوَ الْخَفِيُّ الرَّحِيمُ ۚ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدَىٰ
 فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهِ ۚ وَفَإِنَّا عَلَيْكُمْ بَرْكٌ ۚ وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ
 وَاصْبِرْ حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ۚ